

ایمان کی فطری نشوونما اور ارتقاء

کبھی کبھی محبت خاموشی سے کنٹرول میں بدل جاتی ہے۔ ہم دوسرے شخص کی راہ سنوارنے میں اس قدر مگن ہو جاتے ہیں کہ اپنے دل کی حالت سے غافل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایمان زبردستی مسلط نہیں کیا جا سکتا، اور نتائج ہمارے اختیار میں تو کبھی بھی نہیں تھے۔ حقیقی روحانی پختگی تب شروع ہوتی ہے جب ہم نتائج پر اپنی گرفت چھوڑ دیتے ہیں اور اس طرف لوٹتے ہیں جو واقعی ہمارا ہے: یعنی صبر، عاجزی، فہم و ادراک اور حسن سلوک۔ فکر مندی یا کسی کے بارے میں تشویش اس وقت مثبت رخ اختیار کرتی ہے جب وہ خوف کے بجائے باہمی اعتماد پر مبنی ہو۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اب کیا کروں" میں نے دبی آواز میں کہا، میری آواز کی شدت میں ایک شرمندگی سی تھی۔ "وہ پہلے بہت مذہبی ہوا کرتے تھے۔ اب وہ نماز تک نہیں پڑھتے۔ اور یہ بات مجھے اس طرح بے چین کرتی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

انہوں نے اپنے اسی روایتی سکون کے ساتھ میری طرف دیکھا، جس میں نہ کوئی بے رخی تھی اور نہ کوئی گھبراہٹ، بس ایک گہرا التفات تھا۔ میں نے بات جاری رکھی، جیسے لفظوں کا سیلاب بہہ نکلا ہو۔ "وہ کچھ عرصے سے بیمار ہیں۔ ڈائلیسز (Dialysis)، ہسپتال، بدلتے ہوئے ڈاکٹر اور بار بار ناکام ہوتا ہمارا طبی نظام۔ لیکن سب سے مشکل مرحلہ یہ بھی نہیں ہے۔ سب سے تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اپنے تمام تر علم اور ماضی میں مذہبی کاموں سے وابستگی کے باوجود، انہوں نے نماز چھوڑ دی ہے۔ اور یہ چیز مجھے بے چین... چڑچڑا... اور کبھی کبھی تو تلخ بنا دیتی ہے۔" میں نے رک کر مزید کہا، "یہ صورتحال مجھ پر جو اثر ڈال رہی ہے، مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔"

انہوں نے مجھے تسلی دینے میں جلدی نہیں کی۔ اس کے بجائے، انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس نے مجھے چونکا دیا: "آپ کو ان کے ایمان کی فکر اپنی فکر سے زیادہ ہو رہی ہے۔"

یہ جملہ مجھ پر بہت بھاری گزرا۔ شروع میں مجھے اپنا دفاع کرنے کا خیال آیا۔ کیا کسی کی نماز کی فکر کرنا اچھی بات نہیں ہے؟ کیا محبت اسی کا نام نہیں؟ لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی اعتراض کرتی، انہوں نے نرمی سے اپنی بات جاری رکھی۔

"آپ کی فکر مندی مخلصانہ ہے۔ لیکن خلوص کا ہونا خود بخود اس فکر کو صحت مند نہیں بنا دیتا۔" پھر وہ تھوڑا سا آگے جھکے اور کہا، "آپ کو شش کی ذمہ دار ہیں۔ آپ نتائج کی ذمہ دار نہیں ہیں۔"

اس فرق نے کمرے کی فضا ہی بدل دی۔

انہوں نے کہا، "دیکھیں، یہ آپ کا امتحان ہے، ان کا نہیں۔ آپ کا امتحان یہ ہے کہ: جب آپ کا کوئی پیارا اس طرح بدل جائے جو آپ کو پریشان کرے، تو آپ کا رد عمل کیا ہوتا ہے؟"

میں نے کبھی اس زاویے سے سوچا ہی نہیں تھا۔ میں ان کی نمازوں کے بارے میں فکر کرنے میں اس قدر مصروف تھی کہ میں نے یہ غور ہی نہیں کیا کہ میرا اپنا دل کس طرح سخت، فکر مند اور ردِ عمل (Reactive) پر آمادہ ہوتا جا رہا ہے۔

انہوں نے دھیمی آواز میں کہا، "آپ وہ بوجھ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں جو اللہ کا ہے۔ کسی کے روحانی سفر کا نتیجہ آپ کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔ یہ اس (اللہ) کے دائرہ اختیار میں ہے۔"

لفظ 'اختیار' میرے اندر گونجنے لگا۔ میں نے پوچھا، "پھر میرے اختیار میں کیا ہے؟" وہ مسکرائے اور کہا، "آپ کا صبر۔ آپ کا لہجہ۔ آپ کی عاجزی۔ آپ کا تجسس۔ آپ کا اخلاقی توازن۔" انہوں نے رک کر مزید کہا، "آپ کی کوشش۔ لیکن نتیجہ نہیں۔"

مجھے تب احساس ہوا کہ کہیں نہ کہیں میری فکر مندی خاموشی سے مینجمنٹ (Management) کی خواہش میں بدل گئی تھی۔ درست کرنے کی خواہش۔ انہیں واپس لانے کی خواہش۔ ایک خاص نتیجے کو یقینی بنانے کی خواہش۔ اور جب وہ نتیجہ سامنے نہیں آیا، تو مایوسی (Frustration) پیدا ہوئی۔

انہوں نے کہا، "آپ کسی کے دل کو کھینچ کر اسے دوبارہ نماز کی طرف نہیں لا سکتیں۔ ایمان آزادی کی فضا میں سانس لیتا ہے۔ دباؤ میں اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔"

وہ الفاظ کافی دیر تک میرے ساتھ رہے۔ پھر انہوں نے ایک ایسا نقطہ نظر پیش کیا جس نے ہر چیز کو ایک نیا فریم ورک دے دیا۔ انہوں نے کہا، "یہ پوچھنے کے بجائے کہ 'میں انہیں نماز کی طرف واپس کیسے لاؤں؟'، یہ پوچھیں کہ 'ان کے اندر ایسا کیا ہوا ہوگا جس نے انہیں اس سے دور کر دیا؟'"

یہ سوچنا تھوڑا تکلیف دہ تھا، کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ اب فیصلہ سنانے (Judgment) کے بجائے سمجھنے (Understanding) کی طرف بڑھنا تھا۔ کنٹرول سے تجسس کی طرف۔ انہوں نے وضاحت کی کہ بہت سے لوگ مذہب کی طرف اس لیے آتے ہیں کہ انہیں کچھ جذباتی انعامات ملیں گے: سکون، یقین، تحفظ، مقصد۔ "جب وہ توقعات پوری نہیں ہوتیں،" انہوں نے کہا، "تو وہ خدا کا انکار نہیں کرتے۔ وہ اس تصور سے مایوس ہو جاتے ہیں جو انہوں نے مذہب کے بارے میں بنا رکھا تھا کہ وہ انہیں کیا دے گا۔"

یہ ایک بالکل نیا خیال تھا۔

انہوں نے مزید کہا، "ہو سکتا ہے وہ اب بھی اخلاقیات کو اہمیت دیتے ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ اب بھی خیر اور بھلائی کی بات کرتے ہوں۔ لیکن ان کی مایوسی انہیں خاموشی سے عملی عبادت سے دور کر دیتی ہے۔"

اچانک، میں صرف ان کی نماز سے دوری کو نہیں دیکھ رہی تھی، بلکہ میں اس کے سچے چھپی ممکنہ کہانی کو تلاش کرنے لگی۔

"اور یہاں،" انہوں نے کہا، "سب سے اہم مرحلہ آتا ہے۔" انہوں نے اپنی انگلی تھوڑی سی اٹھائی، رعب کے لیے نہیں بلکہ توجہ دلانے کے لیے۔ "کبھی بھی اعمال (Actions) کو کنٹرول کرنے پر توجہ نہ دیں۔ ان کی فکری ساخت (Constructions) کو سمجھنے پر توجہ دیں۔" میں الجھ گئی۔

انہوں نے وضاحت کی، "اعمال وہ ہیں جو لوگ کرتے ہیں۔ فکری ساخت وہ ہے کہ لوگ زندگی کو کیسے دیکھتے، سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ اگر آپ اعمال کے چھبے بھاگیں گی، تو آپ زبردستی کی طرف مائل ہو جائیں گی۔ اگر آپ ان کے اندرونی نظریات کو سمجھنے کی کوشش کریں گی، تو آپ فہم اور اثر و رسوخ (Influence) کی طرف بڑھیں گی۔"

یہ فرق بہت گہرا تھا۔ کسی کو نماز پڑھوانے کی کوشش کرنا 'عمل' سے متعلق ہے۔ یہ سمجھنے کی کوشش کرنا کہ نماز اب ان کے لیے کیا معنی رکھتی ہے۔ یا اب کیوں معنی نہیں رکھتی۔ یہ 'فکری ساخت' سے متعلق ہے۔ انہوں نے کہا، "اور صرف فکری ساخت ہی وہ قوت ہے جو انسان کے اعمال کو اندر سے تبدیل کر سکتی ہے۔"

میں نے سوچا کہ کتنی باریں نے تلخ لہجے میں بات کی تھی۔ کتنی باریں نے پوچھا تھا، "آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟" اس کے بجائے کہ میں یہ پوچھتی، "آپ کے اندر کیا تبدیل ہوا ہے؟"

انہوں نے ایک سادہ سی مثال دی: "فرض کریں کوئی جم (Gym) جانا چھوڑ دے۔ آپ چلا کر کہہ سکتی ہیں، 'آپ کو جانا چاہیے! یا آپ پوچھ سکتی ہیں، 'وہ خوشی کہاں چلی گئی جو آپ کو وہاں ملتی تھی؟' ایک طریقہ زبردستی رویہ بدلنے کی کوشش ہے، دوسرا طریقہ خود احتسابی اور سمجھ بوجھ کی دعوت دیتا ہے۔ یہ دونوں طریقے ایک دوسرے سے بالکل مختلف دنیاؤں کے عکاس ہیں۔"

اور پھر انہوں نے ایک ایسی بات کہی جو بعد میں بھی میرے ذہن میں آتی رہی۔ "رشتوں میں ہر مشکل ایک دعوت ہے، دوسرے کو ٹھیک کرنے کی نہیں، بلکہ خود کو بہتر بنانے کی۔"

پھر انہوں نے میری طرف نرمی سے دیکھا اور کہا، "اگر آپ نے چڑچڑے پن اور بیزاری کو خود پر حاوی ہونے دیا، تو آپ اس موقع کو گنوا دیں گی جو یہ صورت حال آپ کو دے رہی ہے۔"

اس بات نے مجھے تھوڑا ڈرایا بھی اور آزاد بھی کر دیا۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب صرف ان سے متعلق نہیں تھا۔ یہ اس سے متعلق بھی تھا کہ ان کے رد عمل میں 'میں' کیا بن رہی ہوں۔

انہوں نے کہا، "آپ کسی دوسرے کے روحانی راستے پر نہیں چل سکتیں۔ لیکن آپ ان کے ساتھ رہتے ہوئے اپنے راستے پر وقار اور حسن سلوک کے ساتھ چل سکتی ہیں۔"

میں اس گفتگو کے بعد خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہی تھی۔ اس لیے نہیں کہ میرا مسئلہ حل ہو گیا تھا۔ بلکہ اس لیے کہ میں نے وہ بوجھ اٹھانا چھوڑ دیا تھا جو کبھی میرا تھا ہی نہیں۔

اب، جب بھی چڑچڑاپن پیدا ہوتا ہے، میں خود سے پوچھتی ہوں: کیا یہ میرے اختیار میں ہے یا اللہ کے؟ کیا یہ میری کوشش ہے یا کنٹرول کرنے کی خواہش؟ کیا یہ سچی فکر ہے یا فکر کے لبادے میں چھپا ہوا خوف؟ اور آہستہ آہستہ، میرے اندر کا لہجہ بدل گیا ہے۔

مجھے فکر اب بھی ہے، لیکن اب میں نے نتائج پر گرفت چھوڑ دی ہے۔ مجھے امید اب بھی ہے، لیکن اب میں نتائج کا تعاقب نہیں کرتی۔ اور شاید، یہی اپنے آپ میں ایمان کی ایک گہری شکل ہے۔